جب رن میں حسین اصغر بے شیر کو لائے

جب رن میں حسین اصغرِ بے شیر کو لائے
لختِ جگرِ بانوئے دلگیر کو لائے
جلّادوں میں اُس صاحبِ توقیر کو لائے
ہاتھوں پہ دھرے چاند سی تصویر کو لائے
غل پڑ گیا دیکھو شہ والا کے پسر کو
خورشید نے ہاتھوں پہ اُٹھایا ہے قمر کو

اعدا کو دِکھاتے ہیں منہ اُس کا شہ خوشخو
میداں میں تجلی ہے مہ و مہر کی ہر سو
جاری ہیں ہر اک صاحبِ اولاد کے آنسوں
کھولے ہیں دہن مثل صدف اصغر مہ رو
پیاسا ہے پسر اشکوں سے منہ دھوتے ہیں شبیر
بچّے کے طرف تکتے ہیں اور روتے ہیں شبیر

فرماتے ہیں غنچہ دہن اے میرے پیاسے
بتلاؤ مجھے کیا میں کہوں اہلِ جفا سے
گویا نہیں اِس وقت زباں فرطِ حیا سے
کچھ میں نے جو مانگا ہے تو مانگا ہے خدا سے
بے پانی کے مانگے عرقِ شرم میں تر ہوں
مختار جو کوثر کا ہے میں اُسکا پسر ہوں

شبیر نے اُس چاند کو ہاتھوں پہ اُٹھایا
چِلّے سے کماندار نے واں تیر ملایا
خم ہوکے اِسے مثلِ کماں شہ نے بچایا
مانندِ اجل ناوکِ ظلم و ستم آیا
شبیر چھپاتے رہے نازوں کے پلے کو
بازو پہ لگا توڑ کے ننھے سے گلے کو

حلقہ تو وہ دو ٹانک کا اور تیر ِسہ پہلو
دل سہم گیا چونک پڑے اصغر مہ رو
گردن سے لہو بہنے لگا آنکھو سے آنسوں
منہ کھل گیا تھرانے لگے ننھے سے بازو
گل رنگ ہوا طوق گلو خون میں بھر کر
ریتی پہ کڑے گِر پڑے ہاتھوں سے اُتر کر

مچھلی سا جو ہاتھوں پہ تڑپتا تھا وہ بے شیر
بے تاب تھے بچّے کو لیئے حضرتِ شبیر
جب خوں نہ ہوا بند گلے سے کسی تدبیر
چُلّو سے لگے پھینکنے سوئے فلکِ پیر
اُس خوں کو ملک لے گئے افلاک کے اوپر
لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا
دنیا سے سفر کر گیا وہ ہنسلیوں والا
چِلّا کے عجب درد سے روئے شہ والا
نزدیک تھا ہو جائے کلیجہ تہ و بالا
غل تھا کی اب اُمّت کا نگہبان علی ہے
فریاد کو زہرا طرفِ عرش چلی ہے

شہ لاش کو ہاتھوں میں اُٹھاکر یہ پکارے
اے بارِ خدا خلق سے اصغر بھی سدھارے
صد شکر کہ تونے میرے سب کام سنوارے
کچھ اور پئے نذر نہ تھا پاس ہمارے
یہ ہے پسرِ صاحبِ معراج کا ھدیہ
مقبول ہو اِس بندہء محتاج کا ھدیہ

گردوں سے صدا آئی کہ اے فخرِ خلائق
رتبہ ہے تیرا صبر میں ایّوب سے فائق
تھا تیرے سوی کوئی نہ اِس کام کہ لائق
ہے شوق ہمارا تجھے ہم ہیں تیرے شائق
باقی فقط اک مرحلہ ء خنجرِ کیں ہے
اب وصل کا معشوق کے ہنگامِ قریں ہے

سن کے یہ صدا گردن تسلیم جھکائی
تلوار سے کھودی لحد اور لاش لِٹائی
جب خاک میں وہ چاند سی تصویر چھپائی
تعویذ پہ منہ رکھ دیا رِقّت بہت آئی
چلاّئے کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغر
ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغر

فرمایا کہ اے خاک امانت سے خبردار
بانوئے دل افگار کی دولت سے خبردار
لختِ جگر شاہِ ولایت سے خبردار
اِس بندہ ٔ بے کس کی بضاعت سے خبردار
یہ گوہر نایاب ہے پاکیزہ صدف کا
سونپا ہیں تجھے میں نے نگیں دُرِّ نجف کا

مڑکر شہِ والا نے جو دیکھا تو یہ دیکھا
اک حشر مزارِ علی اصغر پہ ہے برپا
سر کھولے ہوے پیٹتی ہے دخترِ زہرا
کہتی ہے سکینہ میرے بھیا میرے بھیا
بانوئے حزیں چاک گریبان کیئے ہیں
چھاتی کے تلے ننھی سی تربت کو لیئے ہیں

چلاّتی ہے ، اصغر مجھے آواز سناؤ
تربت میں اندھیرا ہے میری گود میں آؤ
قربان گئی ننھے سے ہاتھوں کو اُٹھاؤ
مر جائیگی ماں خاک سے منہ کو نہ چھپاؤ
تھا میں نے تو سبطِ شہ لولاک کو سونپا
شبیر نے ہاں لاکے تمہیں خاک کو سونپا

واں نالہء زہرا سے فلک تھا تہ و بالا
یاں پہلوئے سرور پہ لگا ظلم کا بھالا
ہلنے لگا جو عرش فرشتوں نے سنبھالا
چلاّتی تھی وہ ہائے میری گود کا پالا
حیدر کے تو نالے گئے افلاک کے اوپر
اور تاجِ سرِ عرش گِرا خاک کے اوپر

*****